آئیے! آخرت کے راہی بنیں

(اردو ترجمہ: الدرة الفاخرة فی التعلیق علی منظومة
السیر إلی اللہ والدار الآخرة)

تألیف:
العلامة، الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجمہ:
حافظہ نیلوفر بنت علی
(طالبة: الکلیة السلفیة للبنات بمنہ سری نگر)

نظر ثانی:
فضیلة الشیخ معراج بشیر المدنی حفظہ اللہ تعالیٰ
(مدرس: مہد الہدیٰ لتعلیم البنات ہرناگ اسلام آباد، کشمیر)

ناشر

علی گڑھ عطر ہاؤس، گئوکدل، سری نگر

سلسلۂ مؤلفہ:

نام کتاب : **آیئے! آخرت کے راہی بنیں**
مؤلف : الشیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ
مترجمہ : حافظہ نیلوفر بنت علی
نظر ثانی : الشیخ معراج بشیر المدنی حفظہ اللہ تعالیٰ
تعداد اشاعت : 1100
سنہ اشاعت : 2020
ناشر : علی گڑھ عطر ہاؤس، مین چوک، گنؤ کدل، سری نگر
مطبع :
قیمت :

اجمالی فہرست

صفحہ نمبر

تقریظ

الحمد لله والصلاة والسلام الاتمان الأكملان على نبينا وقدرتنا محمد بن عبد الله وعلى آله وصحبه ومن تبع هداه إلى يوم الدين. أما بعد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. (الذاريات: ۵۶)

اللہ تعالیٰ کا مطیع وفرماں بردار بندہ ہی دنیا میں سعادت اور عزت کی زندگی بسر کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہوتا ہے اور یہی اُس کی بڑی کامیابی کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور اس شخص پر ہر وقت یہی فکر لاحق ہوتی ہے کہ میرا آخرت کیسے سنور جائے۔

یہ کتابچہ جو آپ قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے، اِسی بات کی طرف انسان کے ذہن کو مبذول کرتا ہے کہ کن اعمال سے انسان جنت کا مستحق بن جائے گا اور کیسے دنیا میں مومنانہ زندگی بسر کرے گا۔

یہ کتابچہ اصل میں نظم کی صورت میں علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف بنام "التعليق على الدرة الفاخره فی السير إلى الله والدار

الآخرة" ہے اوراس نظم کی تعلیق شیخ موصوف نے خود ہی فرمائی ہے۔

اس کتابچہ کا اردو میں ترجمہ کرنا بہت ہی ضروری تھا تاکہ اردوداں طبقہ بھی اس کتابچہ سے مستفید ہوسکے۔ الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کلیۃ السّلفیہ للبنات کی ایک ہونہار طالبہ ''نیلوفر بنت علی'' کو اللہ تعالیٰ نے اپنی توفیق سے نوازا اورانھوں نے اس کتابچہ کو سلیس اردو میں ترجمہ کیا۔ اللہ تعالیٰ قارئین کرام کو عموماً اور خصوصاً مترجمہ صاحبہ کو دنیا اورآخرت میں عزت سے نوازے اوراس کاوش کواُن کے میزان حسنات میں جمع کرے، آمین۔

کتبہ

معراج بشیروانی

عرض مترجم

الحمد لله رب العالمين، وصلى الله وسلم على عبده ورسوله نبينا محمد وآله وصحبه أجمعين. أما بعد:

اسلام ہی وہ دین وحید ہے، جس میں سعادت اور شقاوت کے اصول وضوابط بتمام وکمال بیان کیے گئے ہیں۔ اصل سعادت اور خوش بخت وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنی آخرت سنوارنے کی توفیق عطا کرے۔ عقل منداور سمجھدار وہی شخص ہے جو آخرت کی فکر رکھتا ہو، اس کے لئے حقیقی کوشش کرے اور ساتھ ساتھ ایمان کی عظیم دولت سے مالا مال بھی ہو۔ دنیا سے تعلق واجبی حد تک رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہمیشہ اسی خالق کائنات کی رضامندی کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ وہ اس کی رضامندی حاصل کرنے کے منازل کو پار کرنے کے بعد بالآخر فائز المرام اور سرخ رو ہوکر اپنے رب کی ہمیشہ رہنے والی جنت کے مہمان بن جاتے ہیں۔ انہی اللہ والوں کے صفات حمیدہ کو ذکر کرنے اوران سے اپنے آپ کوآراستہ کرنے کے لیے سلف وخلف کے ربانی علماء نے کئی کتابیں تحریر کی ہیں، جن میں سے شہرۂ آفاق کتاب علامہ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ کی ''مدارج السالکین'' ہے۔

یہ کتابچہ بنام "**التعلیق علی الدرة الفاخرة فی السیر إلی الله والدار الآخرة**" بھی اسی سلسلۃ الذھب کی ایک طلائی کڑی ہے۔ اس میں بشکل نظم اللہ اور آخرت کے گھر کی طرف سفر کرنے والوں کے اوصاف حمیدہ کا ذکر جمیل کیا گیا ہے۔ یہ نظم باذن اللہ علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ کی نوک قلم کی حرکت کا نتیجہ ہے۔ اس نظم کی مختصر تعلیق علامہ موصوف رحمہ اللہ نے ہی تحریر فرما کر، عوام الناس کے لیے اسے قابل فہم بنایا۔

دورِ حاضر میں جبکہ اکثر لوگ دنیاوی مصروفیات میں اس قدر منہمک ہیں کہ آخرت میں جواب دہی کا شاید ہی کسی کو خیال ہو۔ ان حالات میں اسلاف جیسے صحابہ کرام، تابعین وغیرہم کے اوصاف جمیلہ سے باخبر ہوکر ان کو اپنانے کی سعی کرنا کامیابی کا ایک عظیم زینہ ہے۔

اسی ضرورت کا ادراک کرتے ہوئے اللہ کی نصرت وتوفیق سے علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ کی مذکورہ بالا تالیف لطیف اردو میں ترجمہ (بنام: آیئے آخرت کے راہی بنیں) کیا گیا، تا کہ اردو داں طبقہ بھی ان موتیوں کو اپنے دامن میں سمیٹ سکے۔ ترجمہ بالکل سلیس اور عام فہم زبان میں کیا گیا ہے تا کہ کم پڑھے لکھے افراد بھی اس سے مستفید ہوسکیں۔

میں انتہائی شکر گزار ہوں محترم فضیلۃ الشیخ معراج بشیر المدنی صاحب حفظہ اللہ کی، جنھوں نے اپنی تمام تر مصروفیات سے وقت نکال کر اس ترجمہ پر نظر ثانی فرمائی اور بڑی باریک بینی اور عرق ریزی سے کم وقت میں اس کا مراجعہ مکمل فرما کر مناسب مقامات پر تصحیح فرمائی اور اپنی سنہری اقتراحات سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ شیخ محترم

کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان کے اور ہمارے تمام اساتذۂ کرام کی عمر، علم، صحت، مال اور اہل میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر کوشش کو خالص اپنی رضامندی کے لیے قبول فرمائے اور اسے میرے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ اس کتابچہ کو میرے لیے، میرے والدین، اساتذۂ کرام اور تمام معاونین و قارئین کی مغفرت اور اپنی رضامندی کے منازل طے کرنے کا سبب و ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

کتبته

نیلوفر بنت علی

(طالبہ: الکلیۃ السّلفیہ للبنات بمنہ سری نگر)

٢٣/اپریل ٢٠٢٠ء موافق ٣٠/شعبان ١٤٤١ھ

مؤلف کی حالات زندگی (مختصر):

نام ونسب: آپ کا نام عبدالرحمن بن ناصر بن عبداللہ بن حمد آل سعدی ہے۔

پیدائش: آپ قصیم کے شہر عنیزہ میں ۱۲؍محرم ۱۳۰۷ھ کو پیدا ہوئے۔

نشوونما: شیخ عبدالرحمن رحمہ اللہ نے اپنے والد صاحب کی سرپرستی میں (بڑی) صالح تربیت پائی، لیکن اللہ تعالیٰ نے دس سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی ان کے والد کا سایہ ان کے سر سے اٹھایا۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے اپنے برادرِ اکبر حمد کی زیرسرپرستی نشوونما پائی۔ انھوں نے ان کی توجہ علم کی طرف کروائی جس سے ان کے حصول (علم) کی مضبوطی، بہترین ادراک اور علمی انہماک میں وسعت ہوئی۔

آپ کے مشائخ: آپ نے کئی بڑے مشائخ اور معروف علماء سے علم حاصل کیا، جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱) الشیخ ابراہیم بن حمد بن محمد بن جاسر۔ ان سے آپ رحمہ اللہ نے تفسیر، حدیث اور ان کے اصول پڑھے۔

۲) شیخ محمد بن عبدالکریم بن ابراہیم بن صالح الشبل، ان سے آپ نے فقہ، اصول اور عربی لغت پڑھی۔

۳) شیخ صالح بن عثمان بن حمد بن ابراہیم القاضی، ان سے توحید وغیرہ پڑھا۔

۴) شیخ ابراہیم بن صالح بن ابراہیم القطانی،ان سے توحید پڑھا۔

۵) شیخ محمد امین محمود شنقیطی ،ان سے تفسیر،حدیث اور عربی علوم پڑھے۔

* **آپ کا کام ووظیفہ:** آپ نے اپنے شہر میں وعظ،امامت،فتویٰ اوراس کے علاوہ دیگر امور سنبھالے جوان کے بھائیوں اور بیٹوں کے لئے اہم اور نفع بخش تھے۔

آپ نے نصف صدی پہلے ایک بڑی علمی لائبریری کی بنیاد ڈالی جس میں تمام فنون کی بہترین کتابیں جمع ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کو ۱۳۷۳ھ میں عنیزہ کے علمی معہد میں سرپرست کے طور پر متعین کیا گیا۔

* **آپ کی تالیفات:** آپ کی بہت سی تالیفات ہیں،ان میں سے زیادہ اہم یہ ہیں:

۱) **بهجة قلوب الأبرار**

۲) **توضيح الكافية الشافيه**

۳) **التنبيهات اللطيفة على ما احتوت عليه الواسطية من المباحث المنيفة**

۴) **تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان**

۵) **منهج السالكين**

۶) **الفتاویٰ السعدية**

وفات: آپ ستر سال کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی بروز جمعرات ۲۳/جمادی

الآخر ۱۳۷۶ھ میں فوت ہوئے۔(رحمہ اللہ)

مصادر: (ان کی حالات زندگی درج ذیل کتب سے لی گئی ہے):

أ۔ **روضة الناظرين (۲۱۹/۱) للشيخ قاضی**

ب۔ **علماء نجد (۴۲۲/۲) للبسام**

ج۔ **مشاهير علماء نجد (۳۹۲) للقاضی**

د۔ **الأعلام (۳۴۰/۳) للزركلي**

ه۔ **معجم المؤلفين (۳۶۹/۳) للكحالة**

ان کی دعوت،علمی جہود،آثار کے بارے میں تفصیلاً کتابیں لکھی گئی ہیں،جن میں سے سب سے زیادہ بہتر دکتور عبدالرزاق البدر حفظہ اللہ کی کتاب ہے جو کہ نہایت مفید ہے۔اللہ تعالیٰ ان کو بہترین بدلہ دے۔

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على محمد وآله وصحبه أجمعين.

اللہ تعالیٰ اور آخرت کے گھر کی طرف چلنے (سفر کرنے) کے بارے میں جو میری نظم ہے، یہ (رسالہ) اسی پر ایک مختصر تعلیق ہے۔ (یہ تعلیق) اس (نظم) کے معانی حل کرتی ہے اور اس کے الفاظ کی وضاحت کرتی ہے۔ اس نظم نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرنے والوں کے بہت سے منازل کو سمیٹ لیا ہے، وہ (منازل) جو اس راہ پر چلنے والوں کو نعمتوں والی جنتوں میں اپنے ربّ کریم کے پڑوس میں پہنچائیں گے اور اس کو جہنم کے عذاب اور اس دردناک پردے (اللہ کے دیدار کی رکاوٹ) سے بچائیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے ہی اس کے فضل ومنت کے ذریعے سوال کیا جاتا ہے کہ وہ اس (رسالہ) کو اپنی رضامندی کے لیے خالص اور اپنے قرب کا ذریعہ بنائے۔

عبادت

جان لیجئے کہ بندوں سے مقصود یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس کی معرفت حاصل کریں، اس کی محبت اور اس کی طرف ہمیشہ متوجہ رہیں اور ان راستوں پر چلیں جو ان کو سلامتی کے گھر (جنت) تک پہنچائیں۔

اکثر لوگوں پر محسوسات نے غلبہ پایا ہے (یعنی جو وہ دیکھتے یا محسوس کرتے ہیں صرف اسی پر یقین کرتے ہیں)، ان پر نفسانی خواہشات اور عادات نے قابو پایا ہے۔ پس انھوں نے اس معاملے سے سر نہیں اٹھایا اور نہ ہی اپنی عمارت کی بنیاد اس (عبادۃ اللہ) کو بنایا بلکہ انھوں نے اپنی شہوات کے ساتھ مشغول ہو کر اس (مقصد) سے منہ موڑ لیا، اس (راہ) کو چھوڑ کر اپنے (دنیاوی) مقاصد پر ہی بس کیا اور نہ ہی وہ اس چیز کو پانے کے لیے گئے جو ان کے وقت میں سے فوت ہو چکا ہے۔ وہ اپنی جہالت اور ظلم و زیادتی میں حیران ہیں اور اللہ سے غافل کر دینے والی نفسانی خواہشات کی طرف جھکے ہوئے ہیں، اپنے رب کی یاد سے غافل ہیں، اپنے دین کی مصلحتوں کو ضائع کر رہے ہیں اور مرغوب چیزوں کی محبت کے نشے میں دیوانہ ہیں۔

(اللہ کا ارشاد ہے):

نَسُوا اللّٰهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۔ ❶

’’انھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے بھی انھیں اپنی جانوں سے غافل کر دیا اور ایسے ہی لوگ نافرمان (فاسق) ہوتے ہیں۔‘‘

اس گہری نیند اور بڑی مصیبت سے چند ہی عقل مند اور عزت وشرف والے لوگ بیدار ہو گئے۔ پس انھوں نے جان لیا کہ حقیقی خسارہ ان چیزوں میں مشغول رہنا ہے جو مشغول رہنے والے کو وبال اور محرومی کے سوا کچھ نہیں دیتے، اس کی امید کا بدلہ اس کو صرف خسارہ کی شکل میں ہی ملتا ہے۔ پس (ان بیدار، عقل مند لوگوں) نے ناقص چیز پر کامل چیز کو ترجیح دی، انھوں نے ختم ہونے والی چیز کو باقی رہنے والے چیز کے بدلے بیچ ڈالا۔ انھوں نے عبادات اور (شرعی) تکالیف کی تھکاوٹ برداشت کی،

---

❶ سورۃ الحشر: ۱۹۔ مصنف رحمہ اللہ اپنی تفسیر (تیسیر الکریم الرحمٰن: ۷/ ۳۴۳) میں فرماتے ہیں: ’’یہ ہر لحاظ سے حرماں نصیبی ہے کہ بندہ اس معاملے میں غافل رہے اور ان لوگوں کے مشابہ ہو جائے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو فراموش کر دیا اور اس کے ذکر سے اور اس کے حق کو ادا کرنے سے غافل ہو گئے۔ وہ اپنے حظوظ نفس اور اس کی شہوات شکی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس وہ کامیاب ہوئے اور نہ کوئی فائدہ حاصل کر سکے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ان کے مصالح کو فراموش کرا دیا اور ان لوگوں کو ان مصالح کے منافع سے غافل کر دیا۔ ان کا معاملہ افراط وتفریط کا شکار ہو گیا، تب وہ دنیا و آخرت کے خسارے کی طرف لوٹ گئے اور ایسے نقصان میں پڑ گئے کہ جس کا تدارک ممکن ہے، نہ اس کی اصلاح، کیونکہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے رب کی اطاعت سے نکل کر اس کی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔

یہاں تک کہ یہ ان کے لیے لذت (کا ذریعہ) اور (ان کی) عادت بن گئی۔ پھر وہ اس کے بعد سردار بن گئے۔ تو لیجیے ان کے صفات سن لیجیے اور ان صفات سے خود کو متصف کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کیجیے:

۱) سَعِدَ الَّذِيْنَ تَجَنَّبُوا سُبُلَ الرَّدٰى
وَتَيَمَّمُوا لِمَنَازِلِ الرِّضْوَانِ

ترجمہ: ’’وہ لوگ خوش بخت بن گئے جنھوں نے ہلاکت کی راہوں سے اجتناب کیا اور انھوں نے رضامندی کے منزلوں (پر چلنے) کا قصد کیا۔‘‘

یہی ان کے راستے کی بنیاد اور ان کے گروہ کے چلنے کا قاعدہ ہے۔ انھوں نے خسارہ اور نقصان کی راہوں سے اجتناب کیا اور رضامندی کے راستوں (پر چلنے) کا قصد کیا۔ وہ شیطانی راہوں سے بچ کر رہے اور اللہ رحمٰن کی عبادت کا قصد (ارادہ) کیا، وہ جہنم کی راہوں (پر چلنے) سے بچ گئے اور نعمتوں (جنت) کے راستوں کا قصد کیا۔ انھوں نے برے کام چھوڑ کر نیک کاموں کو بجالایا۔

انھوں نے اپنے دلوں، اپنی زبانوں اور اپنے اعضاء کو (اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) حرام کردہ اور ناپسندیدہ کاموں سے پاک کیا اور ان کو واجبات اور (اللہ تعالیٰ) کی پسندیدہ کاموں کے کرنے میں مشغول رکھا۔ انھوں نے اپنے آپ کو خوبصورت اخلاق کے ساتھ مزین کیا اور برے صفات خود سے دور کر دیے۔

۲) فَهُمُ الَّذِيْنَ أَخْلَصُوْا فِيْ مَشْيِهِمْ
مُتَشَرِّعِيْنَ بِشِرْعَةِ الْإِيْمَانِ

ترجمہ: ’’یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے چلنے میں (یعنی اللہ کی طرف چلنے میں)

خالص ہیں اور ایمان کی راہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔''

یہ دونوں قاعدے یعنی اخلاص اور (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) متابعت ہر کسی ظاہری و باطنی عبادت کے لیے شرط ہیں ❶ لہٰذا ہر وہ عمل جس سے اللہ کی رضا مقصود نہ ہو، باطل ہے اور ہر وہ عمل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق نہ ہو، مردود ہے۔ پس جب عمل میں اللہ کے لیے اخلاص (اور وہ یہ ہے کہ) عمل سے صرف اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کا ارادہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت (اور وہ یہ ہے کہ) یہ عمل ایسا ہو جو شریعت سے نہ ٹکرائے، (جب یہ دونوں چیزیں عمل میں) جمع ہو جائیں تو یہی عمل قابل قبول ہے۔

۳) وَهُمُ الَّذِيْنَ بَنَوْا مَنَازِلَ سَيْرِهِمْ
بَيْنَ الرَّجَاءِ وَالْخَوْفِ لِلدَّيَّانِ

ترجمہ: ''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے سفر کے منازل کو امید اور بدلہ دینے والے اللہ کے خوف کے درمیان بنایا ہے۔''

یعنی ان لوگوں نے اپنے تمام امور میں خوف و رجاء (امید) کو ساتھ رکھا اور لازم پکڑا۔ یہ اس لیے کہ ان کا دھیان تھا۔ یعنی ان کو اپنے نفسوں اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں کمی و کوتاہی کی طرف دھیان تھا، جس نے ان میں خوف پیدا کیا۔ (اس کے ساتھ ساتھ) ان کو اللہ کی منتوں اور ان احسانات کی طرف بھی دھیان تھا، جو اس نے ان پر کیے۔ اس (چیز) نے ان میں امید پیدا کی۔

❶ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''العبودیة'' میں ان دونوں قاعدوں کا تفصیلی بیان موجود ہے۔

اس کے علاوہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات عظمت و جلالت اور حکمت و عدل کی طرف دھیان دیا تو وہ اپنے نفسوں پر (ان صفات کے) آثار مرتب ہونے سے ڈر گئے۔ (دوسری طرف) انھوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات رحمت، سخاوت، کرم اور احسان کو دیکھا (ان پر غور کیا) تو ان صفات کے مقتضیات کی امید رکھی۔ اگر انھوں نے کوئی نیکی کی تو خوف و رجاء کو جمع کیا (وہ اس طرح کہ) اس عمل کی قبولیت کی امید اور اس کے رد ہونے کا خوف رکھا۔ اگر انھوں نے کسی برائی کا ارتکاب کیا تو اس کی سزا سے ڈرے اور اللہ کے فضل سے اس کی بخشش کی بھی امید رکھی۔ پس وہ خوف و امید کے درمیان متردّد رہے، انہی دو (خوف و رجاء) کی طرف ہمیشہ گئے اور اپنے سفر میں انہی دو میں رہے۔ یہی لوگ سبقت لے گئے اور یہی لوگ کامیاب ہو گئے۔

۴) وَهُمُ الَّذِيْنَ مَلَا الْإِلٰه قُلُوْبَهُمْ
بِوِدَادِهِ وَمَحَبَّةِ الرَّحْمٰنِ

ترجمہ: ''یہی وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ نے اپنی مودت اور رحمٰن کی محبت سے بھر دیئے ہیں۔''

یہ منزل محبت کی منزل ہے ❶ یہ تمام منزلوں کی بنیاد ہے، اسی سے تمام نیک

❶ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ ''مدارج السالکین'' (۸/۳) میں کہتے ہیں: ''یہی وہ منزل ہے جس میں سبقت کرنے والوں نے سبقت کی، عمل کرنے والے اسی کی طرف دیکھتے ہیں اور اسی کے جھنڈے (علم) کا قصد سبقت کرنے والوں نے کیا، اسی (محبت کی منزل) پر محبت کرنے والوں نے اپنی جانیں جوکھوں میں ڈالیں، اسی کی خوشبودار، نرم ہوا میں عبادت گزاروں نے شام کی۔ پس یہ دلوں اور روحوں کی غذا اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

اعمال، نفع بخش اعمال اور بلند منازل نشوونما پاتے ہیں۔

محبت کا معنی ہے: دل کا تعلق محبوب کے ساتھ ہونا، محبت کا دل کے ساتھ لازم ہوجانا (ایسے طور پر کہ) وہ اس سے الگ نہ ہو۔ یہ (محبت)، محبت کرنے والے سے ان تمام کاموں سے رکنے کا تقاضہ کرتا ہے جو محبوب کو ناپسند ہوں اور ان کاموں کی طرف کشادہ دلی اور شرحِ صدر کے ساتھ جلدی کرے جن سے محبوب راضی ہوتا ہو۔ اگر یہ کلام کرے تو اللہ کی مدد سے (اس کی رضامندی کا کلام کرے)، اگر خاموش رہے تو اللہ کے لیے رہے، اگر حرکت کرے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے لیے کرے اور اگر کسی کام سے رکے رہے وہ بھی اللہ کے لیے ہی رکے۔ اس محبت سے اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا شوق اور اضطراب پیدا ہوتا ہے تو ایسا بندہ ایک ہی جگہ نہیں رہتا ہے۔ ❶

اگر کہا جائے: کیا محبت جو کہ سب سے بلند منازل میں سے ہے (کو حاصل کرنے) کا کوئی وسیلہ اور سبب ہے؟

(اس کا جواب یہ) دیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے جو بھی مقصد بنایا، اس کے حصول کے لیے سبب بھی بنایا ہے۔ حصولِ محبت کے سب سے بڑے اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ (انسان) ہر اس بات، ہر اس کام اور برے افکار سے بچے جو اس کو (اس راہ سے) کاٹ دیں گے یا پیچھے لے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ذکر حاضر دل کے ساتھ کثرت سے کرے، اس کے کلام پر غور و تدبر کرے، بندے پر اللہ کی عظیم نعمتوں کو دیکھے (اور غور و فکر کرے)، اللہ کے سامنے

❶ یہ اس عمل، مجاہدہ اور دعوت کی وجہ سے جس پر یہ اپنے نفس کو سیدھا اور قائم رکھتا ہے۔

حاضر دل سے کھڑا ہوجائے، اس کے سامنے باادب کھڑا رہے، اللہ سے محبت کرنے والوں کی مجلسیں اختیار کرے اور اس (راہ) سے کاٹنے والی (ہر چیز) سے الگ رہے۔ جو ایسا کرے گا وہ اللہ کی مشیت سے اللہ کی محبت پالے گا۔ اللہ المستعان۔ اسی لیے میں کہتا ہوں:

۵) وَهُمُ الَّذِيْنَ أَكْثَرُوْا مِنْ ذِكْرِهٖ

فِي السِّرِّ وَالإِعْلَانِ وَالْأَحْيَانِ

ترجمہ: ''یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے پوشیدہ طور، اعلانیہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کیا۔''

(یہ) ایک شرف والی منزل ہے، یہ ہر انسان کی حاجت بلکہ ایسی ضرورت ہے جو تمام حاجتوں سے بڑھ کر ہے۔ اللہ کے ذکر ❶ سے اوقات آباد ہوجاتے ہیں، اسی سے ہم غم اور پریشانیاں زائل ہوجاتی ہیں اور اس سے خوشیاں اور مسرتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ بنجر دلوں کی آبادی ہے (بالکل اسی طرح) جس طرح یہ جنت میں درخت

❶ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الوابل الصیب'' (۸۴-۱۶۷) میں ذکر کے فوائد میں بہت لمبی بحث کی ہے اور تقریباً ستّر سے زائد فوائد بیان کیے ہیں، ان میں سے بعض (ص: ۸۵) پر یوں ہیں: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے ان کا قول نقل کیا ہے: ''دل کے لیے ذکر (اہمیت) ویسی ہی ہے جیسی (اہمیت) مچھلی کے لیے پانی کی ہے۔ پس جب مچھلی پانی سے الگ ہوجائے گی تو اس کی حالت کیسی ہوگی؟!''

اور (ص: ۸۵-۸۶) پر فرمایا: (ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ) میں ایک مرتبہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انھوں نے فجر کی نماز پڑھی (باقی اگلے صفحہ پر)

لگانے کے (مترادف) ہے۔ یہی (اللہ کا ذکر) بلند مقامات تک پہنچاتا ہے، اس میں اَن گنت فائدے ہیں اور اتنے فضائل ہیں جن کو نہ شمار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی وہ ختم ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْراً كَثِيْراً. وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلاً. (سورۃ الاحزاب: ۴۱-۴۲)

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا تھا، جس نے عرض کیا تھا:

''اسلام کے احکام وقوانین تو میرے لیے بہت ہیں، کچھ تھوڑی سی چیزیں مجھے بتادیجئے جن پر (مضبوطی) سے جمارہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْباً مِنْ ذِكْرِ اللهِ. ❶

''تمہاری زبان ہر وقت اللہ کی یاد اور ذکر سے تر رہے۔''

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پھر تقریباً نصف دن ہونے تک اللہ کا ذکر کرتے رہے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یہ میرا ناشتہ ہے، اگر میں یہ نہ کھاؤں (یہ ذکر نہ کروں) تو میری قوت گرجائے گی (ختم ہوجائے گی)۔''

❶ اس کو ترمذی (۳۳۷۵)، أحمد (۴/۱۹۰)، ابن حبان (۲۳۱۷)، ابن أبي شيبه (۱۰/۳۰۱) نے عبداللہ بن بسر کی روایت سے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ.

''مفردون سبقت لے گئے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''مفردون کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلذَّاكِرُوْنَ اللهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتُ. ❶

''کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورتیں۔''

(اس بارے میں) میرے کچھ اشعار (یوں) ہیں: ❷

* وَكُنْ ذَاكِراً لِلّٰهِ فِيْ كُلِّ حَالَةٍ
فَلَيْسَ لِذِكْرِ اللهِ وَقْتٌ مُقَيَّدُ

''تو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا بن جا (کیونکہ) اللہ کے ذکر کے لیے کوئی خاص وقت نہیں ہے۔''

* فَذِكْرُ إِلٰهِ الْعَرْشِ سِرّاً وَمُعْلَناً
يُزِيْلُ الشَّقَا وَالْهَمَّ عَنْكَ وَيَطْرُدُ

''پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر عرش والے معبود برحق کا ذکر کرنا، تجھ سے بدبختی اور ہم

---

❶ اس کو امام مسلم نے (۲۶۷۶) سیدنا ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ ''المفردون'' وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی وجہ سے لوگوں سے الگ (کٹ گئے) ہیں، جیسا کہ حمیدی نے (**تفسير غريب ما في الصحيحين**: ۳۷۳) میں ابن الاعرابی سے نقل کیا ہے۔

❷ مصنف رحمہ اللہ نے اپنے ان اشعار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی صحیح احادیث کو سمیٹ لیا ہے۔ ان کی تخریج کے بدلے میں اس اشارہ پر ہی اکتفا کروں گا۔

وغم زائل اور دور کرتا ہے۔‘‘

* یَجْلِبُ لِلْخَیْرَاتِ دُنْیاً وَعَاجِلاً
وَإِنْ یَأْتِكَ الوَسْوَاسُ یَوْماً یُشَرَّدُ

’’اس سے دنیا اور آخرت کے خیر اور بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں اور اگر کسی دن وسوسہ آجائے تو وہ (بھی) دور ہوجاتا ہے۔‘‘

* فَقَدْ أَخْبَرَ الْمُخْتَارُ یَوْماً لِصَحْبِهِ
بِأَنَّ کَثِیْرَا الذِّکْرِ فِي السَّبْقِ مُفْرِدُ

’’ایک دن نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو خبر دی کہ کثرت سے ذکر کرنے والا ہی سبقت لینے میں تنہا ہے۔‘‘

* وَوَصَّی مُعَاذاً یَسْتَعِیْنُ إِلٰـهَهُ
عَلیٰ ذِکْرِهِ وَالشُّکْرِ بِالْحُسْنِ یَعْبُدُ

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ وہ اپنے معبود برحق سے اس کے ذکر، شکر اور اس کی بہترین عبادت کرنے کے لیے مدد طلب کرے۔‘‘

* وَأَوْصٰی لِشَخْصٍ قَدْ أَتٰی لِنَصِیْحَةٍ
وَقَدْ کَانَ فِيْ حَمْلِ الشَّرَائِعِ یُجْهَدُ

’’اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو وصیت کی جو نصیحت کے لیے آیا تھا، وہ شریعت کے احکام سے بوجھل ہوگیا تھا۔‘‘

* بِأَنْ لَمْ یَزَلْ رَطْباً لِسَانُكَ هٰذِهِ
تُعِیْنُ عَلیٰ کُلِّ الْأُمُوْرِ وَتُسْعِدُ

’’کہ آپ کی زبان ہمیشہ اللہ کے ذکر سے تر رہے، (یہ) تمام معاملات میں تیری مدد کرے گی اور تجھے سعادت مند بنائے گی۔‘‘

* وَأَخْبَرَ أَنَّ الذِّکْرَ غَرْسٌ لِأَهْلِهِ
بِجَنَّاتِ عَدْنٍ وَالْمَسَاکِنُ تُمْهَدُ

’’اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ یقیناً ذکر ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں درخت لگانے (کا سبب) ہے اور اس سے (وہاں) رہنے کی جگہیں ہموار ہوجاتی ہیں۔‘‘

* وَأَخْبَرَ أَنَّ اللّٰهَ یَذْکُرُ عَبْدَهُ
وَمَعَهُ عَلیٰ کُلِّ الْأُمُوْرِ یُسَدِّدُ

’’اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ یقیناً اللہ تعالیٰ (ذکر کرنے والے) بندے کا ذکر (فرشتوں میں) کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہر معاملے میں اس کو سیدھی راہ پر رکھتا ہے۔‘‘

* وَأَخْبَرَ أَنَّ الذِّکْرَ یَبْقٰی بِجَنْبِهِ
وَیَنْقَطِعُ التَّکْلِیْفُ حِیْنَ یُخَلَّدُ

’’آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ یقیناً (یہ) ذکر بندے کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور اس (بندے) کی تمام تکلیفیں اس وقت ختم ہوجائیں گی جب یہ ہمیشہ رہنے والی جنت میں داخل کیا جائے گا۔‘‘

* وَلَوْ لَمْ یَکُنْ فِيْ ذِکْرِهِ غَیْرُ أَنَّهُ
طَرِیْقٌ إِلیٰ حُبِّ الْإِلٰهِ وَمُرْشِدُ

"اگر اس کے علاوہ ذکر کا کوئی فائدہ نہ ہوتا کہ یہ اللہ کی محبت کا راستہ دکھاتا ہے اور اس کی رہنمائی کرتا ہے۔"

* وَيَنْهَى الْفَتَى عَنْ غِيْبَةٍ وَنَمِيْمَةٍ
وَعَنْ كُلِّ قَوْلٍ لِلدِّيَانَةِ مُفْسِدُ

"اور یہ نوجوان (مسلمان) کو غیبت اور چغل خوری سے روکتا ہے اور ہر اس بات سے بھی روکتا ہے جو (اس شخص) کے دین میں خرابی پیدا کرنے والی ہو۔"

* لَكَانَ لَنَا حَظٌّ عَظِيْمٌ وَرَغْبَةٌ
بِكَثْرَةِ ذِكْرِ اللهِ نِعْمَ الْمُوَحَّدُ

"(اگر اتنی ہی فضیلت ہوتی) تو یہ ہمارے لیے اس بات کے لیے بطور رغبت کافی تھی کہ ہم ایک ہی اللہ کا ذکر کثرت سے کریں۔"

* وَلٰكِنَّنَا مِنْ جَهْلِنَا قَلَّ ذِكْرُنَا
كَمَا قَلَّ مِنَّا لِلْإِلٰهِ التَّعَبُّدُ

"لیکن ہماری جہالت کی وجہ سے ہم (بہت) کم ذکر کرتے ہیں (بالکل اسی طرح) جس طرح (اس) معبود برحق کے لیے ہماری عبادت کم ہوئی۔"

اللہ کا ذکر کرنا، ذکر کرنے والے کے دل، زبان، قبر اور محشر میں (بھی) باعث نور ہے۔ واللہ المستعان۔

٦) يَتَقَرَّبُوْنَ إِلَى الْمَلِيْكِ بِفِعْلِهِمْ
طَاعَاتِهِ وَالتَّرْكِ لِلْعِصْيَانِ

ترجمہ: "یہ لوگ (اس) بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کا تقرب (احکام کی) فرمانبرداری

کر کے اور نافرمانی کے کاموں کو ترک کرنے کے ذریعے حاصل کرتے ہیں۔"

یہی وہ اعمال ہیں جو اللہ کے قریب کرتے ہیں اور اس تک پہنچاتے ہیں۔

(اور یہ اعمال) اس کی طاعت کرنا خصوصاً فرائض ادا کرنا اور گناہ کے کام چھوڑ دینا، جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:)

... وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِيْ بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُهُ عَلَيْهِ، وَلَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى أُحِبَّهُ۔ ❶

"اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھے اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھے بہت پسند ہیں، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔"

اسی لیے تو میں کہتا ہوں:

٧) فِعْلُ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ دَأْبُهُمْ
مَعَ رُؤْيَةِ التَّقْصِيْرِ وَالنُّقْصَانِ

ترجمہ: "فرائض اور نوافل بجالانا ان کی عادت ہے، (اس کے) ساتھ ساتھ ان کو (اپنی عبادات میں) کمی اور نقص کا بھی احساس ہوتا ہے۔"

یہی تو کمال ہے کہ (بندہ) فرائض ادا کرنے میں محنت کرے، کثرت سے نوافل

---

❶ صحیح البخاری (٦٥٠٢) عن أبي هريرة رضي الله عنه۔

ادا کرے اور ساتھ ساتھ اپنے آپ کو (عبادات میں) کمی اور تفریط کرنے والا بھی سمجھے۔ نیک اعمال بجالانے میں (اس بندے) کی محنت اور اس سے سستی کو دور کرتی ہے۔ اس کمی اور نقص کا احساس اس سے تکبر اور خودپسندی دور کر دیتا ہے، جس (خودپسندی) سے اعمال باطل اور خراب ہوجاتے ہیں۔

۸) صَبَرُوا النُّفُوْسَ عَلَى الْمَكَارِهِ كُلِّهَا
شَوْقاً إِلَى مَا فِيْهِ مِنْ إِحْسَانِ

ترجمہ: ''انھوں نے اپنے نفوس کو تمام مشکلات (ناپسندیدہ کاموں) پر صبر کروایا۔ (کیونکہ) وہ احسان کو (پانے کا) شوق رکھتے ہیں (جو ان ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیزوں پر صبر کرنے میں پایا جاتا ہے۔)''

صبر ❶ کہتے ہیں ناپسندیدہ امور پر نفس کو روک دینا جب اس میں اللہ رحمن کی رضامندی ہو۔

صبر کی تین قسمیں ہیں:

❶ ابن القیم رحمہ اللہ اپنی کتاب (مدارج السالکین: ۲/۱۵۱) میں فرماتے ہیں: ''(صبر کرنا) اجماع امت سے واجب ہے اور یہ آدھا ایمان ہے۔ ایمان کے دو حصے ہیں: آدھا صبر اور آدھا شکر ہے۔

اور (اپنی دوسری کتاب) ''عدۃ الصابرین: ص ۱۷'' میں فرمایا: ''صبر کی حقیقت کہ یہ اخلاق میں سے ایک فضیلت والا خلق ہے، جس کے ذریعہ (انسان) ان چیزوں سے رکتا ہے جو اچھے اور خوبصورت نہ ہوں، یہ نفس کی قوتوں میں سے ایک ایسی قوت ہے جس سے نفس درست اور اس کا معاملہ سلجھ جاتا ہے۔'' دیکھئے: طریق الهجرتین: ۳۳۹-۳۵۸)

(۱) اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر یہاں تک کہ وہ بجالائے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے صبر یہاں تک کہ اس کو چھوڑ دے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تکلیف دہ امور پر صبر کرنا۔

وہ (صبر کرنے والا بندہ) نادانی کا اظہار نہیں کرتا، جب اس کا نفس اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے سست ہوجاتا ہے تو وہ اس کو اس کی (اطاعت کی) ترغیب دیتا ہے، اس کے ثواب اور اجر کی ترغیب دیتا ہے۔ جب اللہ کی نافرمانی کی طرف بلانے والی (چیزیں) سخت ہوجائیں تو وہ (نفس) کو ان (نافرمانیوں) سے روکے رکھتا ہے، ان (نافرمانیوں) کے وبال اور ان کاموں کے (برے) انجام سے اس (اپنے نفس) کو ڈراتا ہے، لہٰذا ہر معاملے میں صبر کرنے کی حاجت وضرورت ہے۔

۹) نَزَلُوْا بِمَنْزِلَةِ الرِّضٰى فَهُمْ بِهَا
قَدْ أَصْبَحُوْا فِيْ جَنَّةٍ وَّأَمَانِ

ترجمہ: ''انھوں نے رضا کی منزل پر پڑاؤ ڈالا تو اس کے ذریعے وہ جنت اور امن وامان میں آ گئے۔''

رضامندی کی منزل، صبر کے منزل سے زیادہ بلند ہے ❶ کیونکہ صبر ناپسندیدہ چیزوں پر نفس کو روکنے کا نام ہے، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ نفس کے اندر کھینچاؤ اور تنازعہ بھی پایا جاتا ہے۔ رضا سے (نفس کے اندر کا یہ) تنازع ماند پڑ جاتا اور

❶ ابن القیم رحمہ اللہ نے (مدارج السالکین: ۲/۱۷۰) میں اپنے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے ان کا قول نقل کیا ہے: ''جس طرح صبر کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح رضا کا حکم نہیں دیا گیا، جبکہ (راضی بالقضا) رہنے والوں کی ثنا اور تعریف کی گئی ہے۔

(یہ بندہ) اللہ تعالیٰ سے کشادہ دلی اور مطمئن ہوکر راضی ہوتا ہے، بلکہ بسا اوقات یہ مصیبت سے وہ لذت پاتا ہے جو دوسرے لوگ آسانی و راحت اور کشادگی کی حالت سے پاتے ہیں۔ ❶

جب بندہ اس منزل پر پڑاؤ ڈالتا ہے تو اس کی زندگی خوشگوار بن جاتا ہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتی ہیں۔

اسی لیے تو ''رضا'' کو ''دنیا کی جنت اور عابدوں کے راحت کی جگہ'' کا نام دیا گیا ہے۔ ❷

جو اللہ تعالیٰ سے راضی ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجاتا ہے، اور جو اللہ تعالیٰ کی کم عطا پر راضی ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے کم عمل سے (بھی) راضی

---

❶ ابن ماجہ (۴۲۴)، حاکم (۴/ ۳۰۷) اور ابن سعد (۲/ ۲۰۸) نے سیدنا ابوسعید الخذری سے ایک قصہ کے ضمن میں روایت کیا ہے کہ یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش نبیوں کو آتی ہے، اس کے بعد نیک لوگوں کو۔ انھیں فقر کے ذریعے سے آزمایا جاتا تھا، حتیٰ کہ (بعض اوقات) ایک آدمی کو صرف ایک چادر میسر ہوتی تھی جسے وہ جسم پر لپیٹ لیتا تھا۔ اور وہ مصیبت پر اس طرح خوش ہوتے تھے جس طرح تم راحت پر خوش ہوتے ہو۔''

اس حدیث کو (مصباح الزجاجة: ۳/ ۵۴۰) میں امام بوصیری نے صحیح قرار دیا ہے۔

❷ ابن القیم (مدارج السالکین: ۲/ ۱۷۲) میں اس موضوع پر کلام کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ: ''اسی لیے رضا (اللہ سے ہر حال میں راضی رہنا) اللہ کا سب سے بڑا دروازہ، دنیا کی جنت، اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والوں کی راحت کی جگہ، اس سے محبت کرنے والوں کی زیست عبادت گزاروں کی نعمت اور اس کی طرف شوق رکھنے والوں کے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''

ہوجاتا ہے۔

حقیقی رضامندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دینی احکام اور کونی وقدری (تقدیر) کے احکام کو کشادہ دلی اور نفس کی خوشی سے لیا (اور قبول کیا جائے) نہ کہ ناپسندیدگی اور عیب جوئی کر کے (لیا جائے)۔

۱۰) شَكَرُوا الَّذِيْ أَوْلَى الْخَلَائِقَ فَضْلَهُ

بِالْقَلْبِ وَالْأَقْوَالِ وَالْأَرْكَانِ

ترجمہ: ''انھوں نے دلوں، زبانوں اور اعضاء سے اس (ذات) کا شکر ادا کیا جس نے مخلوق کو اپنا فضل عطا کیا۔''

شکر ❶ دل سے ہوتا ہے اور وہ (یہ ہے) کہ اللہ کی نعمتوں کا اعتراف و اقرار کیا جائے، اپنے نفس کو ان (نعمتوں) کے لائق نہ سمجھا جائے (بلکہ یہ سمجھا جائے کہ) یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

اور (شکر) زبان سے (بھی ہوتا ہے) وہ (یہ ہے) کہ زبان سے اللہ کی بار بار تعریف بیان کی جائے اور ان نعمتوں کا ذکر کیا جائے۔

---

❶ ابن القیم (مدارج السالکین: ۲/ ۲۳۲) میں فرماتے ہیں: ''اور شکر کی منزل تمام منزلوں سے بلند و بالاتر ہے، یہ رضا کی منزل سے اوپر ہے۔ رضامندی، شکر کے تحت درج ہے، کیونکہ بغیر رضامندی کے شکر کا وجود ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس (شکر) کا حکم دیا ہے اور اس کی ضد سے منع کیا ہے۔ شکر گزاروں کی تعریف بیان کی ہے، اپنے خاص بندوں کا وصف شکر بیان کیا ہے، اسی (شکر) کو اپنے مخلوق اور احکام کی انتہا بنایا اور شکر کرنے والوں سے بہترین بدلے کا وعدہ کیا ہے۔''

(شکر) اعضاء سے ہوتا ہے۔ (وہ اس طرح) کہ ان (اعضاء) کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے روکا جائے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذریعے اس کی اطاعت وفرمانبرداری پر مدد طلب کی جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس (بندے) کو کوئی دنیا کی چیز عطا کرے تو وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے، اگر ان (نعمتوں) میں سے کوئی چیز اس (بندے) سے دور کردے تو اس پر بھی وہ (بندہ) اس کا شکر ادا کرے، کیونکہ بسا اوقات اس (نعمت کے دور ہونے سے) ایک بڑا شر اس سے ٹل جاتا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اپنی فرماں برداریوں میں سے کسی فرماں برداری کی توفیق دے تو وہ اس کو اپنے اوپر اللہ کی منت سمجھتا ہے اور اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ واللہ المستعان۔

۱۱) صَحِبُوْا التَّوَكُّلَ فِيْ جَمِيْعِ أُمُوْرِهِمْ
مَعَ بَذْلِ جُهْدٍ فِيْ رِضَى الرَّحْمٰنِ

ترجمہ: ''وہ اپنے تمام معاملات میں توکل ساتھ رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ کو راضی کرنے کے لیے محنت بھی کرتے ہیں۔''

بندہ ان دو چیزوں سے مکمل ہوجاتا ہے (یعنی) اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس کی اطاعت وفرماں برداری میں محنت وجدوجہد کرنے سے۔ بندے سے کمال اسی قدر دور ہوجاتا ہے جس قدر ان دونوں میں سے (ایک یا دونوں میں) کمی ہوگی۔

حقیقی توکل میں دو چیزیں جمع ہوجاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور اسی پر بھروسہ وتکیہ کرنا۔ پس بندہ دنیا اور آخرت کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے اپنے دل سے اللہ پر اعتماد کرتا ہے اور اپنے نفس کی حرکت وقوت سے براءت (ظاہر) کرتا ہے۔ اس چیز کو حاصل کرنے میں جو اس کے حق میں نفع بخش ہو، اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرتا ہے اور منزل

مقصود تک پہنچنے کے لیے اسباب اختیار کرنے میں محنت وجدوجہد کرتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب بندہ کسی عبادت کو کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے تو وہ اس کو مکمل اور خوبصورت انداز میں بجالانے کے لیے اپنی محنت وقوت صرف کرتا ہے اور اپنی کوشش میں سے کچھ بھی باقی نہیں رکھتا ہے۔ (لیکن اس کے ساتھ ساتھ) اپنے آپ کی طاقت اور قوت سے براءت ظاہر کرتا ہے (کہ یہ میرا اپنا کمال نہیں بلکہ اللہ کا احسان ہے)، (اتنا ہی نہیں) بلکہ اپنے رب کی طرف التجا کرتا ہے اور اس (عبادت) کو مکمل کرنے میں اسی پر اعتماد کرتا ہے، وہ اللہ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہے اور اس چیز کو حاصل کرنے میں اللہ پر ہی بھروسہ رکھتا ہے جس میں اس نے اپنے رب پر توکل کیا۔

اب اگر اس (بندے) نے کسی (ایسے) گناہ کو چھوڑنے کا عزم کیا جس کی طرف اس کے نفس نے اسے بلایا، یہ اپنی پوری توانائی کو ان اسباب میں خرچ کرے گا جو اس عمل کے چھوڑنے کو واجب اور ضروری بنائیں گے۔ (وہ اسباب یہ ہیں کہ) وہ اس پر غور وفکر کرے گا (کہ اگر وہ یہ نافرمانی کر بیٹھے گا، اس کے کیا برے نتائج سامنے آئیں گے)، اپنے اعضاء کو اس سے دور رکھے گا۔ (یہ سب اسباب اختیار کرنے کے بعد) وہ اللہ تعالیٰ پر ہی اعتماد کرے گا، اس کے بچاؤ کے لیے اسی کی طرف التجا کرے گا اور اس (گناہ) سے بچاؤ کے لیے اللہ تعالیٰ سے حسن ظن رکھے گا (کہ وہ اسے ضرور اس گناہ سے بچائے گا)۔ یقیناً جب وہ اپنے کاموں میں، خواہ وہ کرنے کے ہوں یا چھوڑنے کے، یہ طریقہ اپنائے گا تو اس (شخص) کے لیے کامیابی کی (قوی) امید ہے، إن شاء اللہ۔

اب رہا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا لیکن محنت اور جدوجہد نہیں کرے گا

(اسباب اختیار کرنے میں) تو یہ (درحقیقت) توکل نہیں ہے بلکہ عاجزی اور رسوائی و حقارت ہے۔

اسی طرح جو شخص اپنی توانائی صرف کر کے صرف اپنے آپ پر ہی اعتماد کرتا ہے اور اپنے رب پر توکل نہیں کرتا تو (ایسا شخص) بے یار و مددگار رہے۔

۱۲) عَبَدُوا الْإِلٰهَ عَلَى اعْتِقَادِ حُضُوْرِهِ
فَتَبَوَّءُوْا فِيْ مَنْزِلِ الْإِحْسَانِ

ترجمہ: ''وہ اللہ کی عبادت اس کے (علمی اعتبار سے) حاضر ہونے کے اعتقاد سے کرتے ہیں، پس وہ احسان کی منزل پر قرار کرتے ہیں۔''

یہ ''احسان'' کی منزل ہے ❶ اور یہ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حدیث جبریل) میں اس کی وضاحت کی ہے:

أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ. ❷

''(احسان یہ ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، (اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ سمجھو کہ) وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔''

جب انسان اپنے تمام احوال اور خصوصاً عبادت کی حالت میں اس مقام کا تصور کرے گا تو یہ اس کے دل کو اللہ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ ہونے سے روک دے

❶ ابن القیم ''مدارج السالکین'' (۲/۴۲۹) میں کہتے ہیں: ''یہی ایمان کا لب لباب اس کی روح اور کمال ہے۔ یہ منزل تمام منازل کو جمع کرتی ہے، تمام (منازل) اسی (منزلۃ الاحسان) میں لپیٹ دیئے گئے ہیں۔''

❷ صحیح البخاری: ۵۰، مسلم: ۹، عن أبی ہریرۃ، مسلم: ۸ عن عمر۔

گا، بلکہ وہ پوری طرح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگا، اپنے دل سے اسی کی طرف توجہ کرے گا، اس کی عبادت با ادب ہو کر کرے گا، عبادت کو مکمل کرنے والے تمام کام بجالائے گا اور اس میں کمی کرنے والے تمام امور سے اجتناب کرے گا۔

یہ منزل تمام منزلوں سے بڑا اور جلیل القدر ہے، لیکن نفوس کو رفتہ رفتہ اس کی مشق کرانے کی ضرورت ہے۔

بندہ برابر اپنے نفس کو اس کا عادی بناتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کی طرف مبذول ہوجاتا ہے اور اس کا عادی بن جاتا ہے۔ پس بندہ اپنے رب کے ساتھ آنکھوں کی ٹھنڈک کے ساتھ زندگی گزارتا ہے اور اس کے قرب و نزدیکی سے خوش اور شادکام ہو کر زندگی گزارتا ہے۔

۱۳) نَصَحُوا الْخَلِيْقَةَ فِيْ رِضٰى مَحْبُوْبِهِمْ
بِالْعِلْمِ وَالْإِرْشَادِ وَالْإِحْسَانِ

ترجمہ: ''انھوں نے اپنے محبوب کی رضامندی میں مخلوق کی خیرخواہی، علم، (صحیح راہ کی) رہنمائی اور (ان کے ساتھ) اچھے سلوک کے ذریعے کی۔''

۱۴) صَحِبُوا الْخَلَائِقَ بِالْجُسُوْمِ وَإِنَّمَا
أَرْوَاحُهُمْ فِيْ مَنْزِلٍ فَوْقَانِيْ

ترجمہ: ''وہ جسمانی اعتبار سے مخلوقات کے ساتھ ہوتے ہیں، جبکہ ان کی روحیں بلند منزلوں پر ہوتی ہیں (اللہ کے قرب کی طرف جا رہے ہیں)۔''

یہ مخلوقات کے ساتھ ان کا حال ہے۔ یہ سب سے کامل اور جلیل القدر حال ہے۔ یہ ان کے لیے مکمل خیرخواہی ظاہر کرتے ہیں، ان کے لیے بھلائی میں سے وہی

کچھ پسند کرتے ہیں، جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور ان کے لیے برائی اور شر میں سے وہ کچھ ناپسند کرتے ہیں، جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہیں۔ وہ ہر ممکن طریقے سے ان سے برائی اور شر دور کرتے ہیں، ہر ممکن طریقے سے، جیسے بھلائی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، ان کے بھوکوں کو کھلانا، ان کے عریاں لوگوں کو کپڑے پہنانا، مصیبتوں میں پھنسے ہونے کی دادرسی کرنا، ان کے جاہل کو تعلیم دینا، ظالم کو ظلم کرنے سے روکنا، مظلوم کی مدد کرنا، ان کی تکلیف برداشت کرنا اور اپنے آپ کو ان کو تکلیف دینے سے روکنا، (ان طریقوں سے) ان کو نفع اور فائدہ پہنچاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ صرف ظاہری اور جسمانی اعتبار سے ان (مخلوق) کے ساتھ ہوتے ہیں۔

رہے ان کے دل اور ان کی روحیں تو وہ اپنے محبوب کے گرد گھیراؤ کرتے ہیں (یعنی ان کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے)، وہ اپنے رب کے قرب ونزدیکی کا بڑا حصہ طلب کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ لہٰذا کبھی اس کے سامنے عاجزی وانکساری کرتے ہیں، اس کے لیے خشوع وخضوع اختیار کرتے ہیں اور کبھی اس کے محبت کی وجہ سے اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔ اس کے کرم وقرب کو ذہن میں رکھتے ہوئے کبھی گلے شکوے کرتے ہیں، پھر اس کی رضامندی کی طرف جھک جاتے ہیں۔ اس کی عبادات بجالانے میں محنت وجدوجہد کرتے ہیں اور اس کی مخلوقات کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ یہی درحقیقت حقیقی لوگ ہیں بلکہ یہی عقل مند اور دانا لوگ ہیں۔

نیکی کرنا اور گناہ سے بچنا اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔

١٥) رَاعُوا الْحَقَائِقَ وَالْمَشَاهِدَ كُلَّهَا

خَوْفًا عَلَى الْإِيمَانِ مِنْ نُقْصَانِ

ترجمہ: ''یہ تمام حقائق اور مشاہد کا خیال رکھتے ہیں (کیونکہ) ان کو ایمان کی کمی کا خوف ہوتا ہے۔''

یہ منزل ایمان کی حقیقت اور اللہ کے احسانات ونعمتوں کی حفاظت ورعایت کا منزل ہے ❶ وہ اس طرح کہ بندے کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے احوال پر غور وفکر اور اپنے اعمال کی کمی پر تدبر کرنے سے منہ موڑے، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ عمل سے پہلے، عمل کرنے کے دوران اسے صحیح اور بہترین بنانے کی کوشش کرے اور پھر اس کو خراب اور فاسد کرنے والی چیزوں سے بچائے اور پاک کرے۔۔۔ کیونکہ بلاشبہ عمل کی حفاظت کرنا عمل کرنے سے بڑا کام ہے۔ جس قدر بندہ اپنے اعمال کی حفاظت کرنے میں کوشش کرے گا، اسی قدر اس کا ایمان بھی بڑھ جائے گا۔ (اس کے برعکس) جس قدر اپنے اعمال کی رعایت وحفاظت میں کمی اور کوتاہی کرے گا اسی قدر اس کا ایمان بھی کم ہوجائے گا۔

اور سب سے زیادہ جس چیز کی بندے کو حفاظت کرنی چاہئے وہ ہے احسان کا مشہد۔ (وہ یہ ہے کہ) بندہ پوری حاضر دلی اور یکسوئی سے اللہ کی طرف متوجہ ہوکر عبادت کرے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بھی خیال رکھے۔ اسے چاہئے کہ یہ عمل کرنے کی توفیق ملنے پر اسے اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کرنا چاہئے۔

❶ ابن القیم رحمہ اللہ (مدارج السالکین: ٢/٦٠) میں فرماتے ہیں: ''یہ اصل میں عمل کے ذریعے علم کی حفاظت ورعایت، اخلاص اور احسان کے ذریعے عمل کا بچاؤ اور خراب اور فاسد کرنے والی چیزوں سے اس کی حفاظت اور موافقت اور عدم تفرق کے ذریعے اپنی حالت کی حفاظت کرنا ہے۔ رعایت درحقیقت بچاؤ اور حفاظت کا نام ہے۔

اسی طرح (عبادت کے وقت) خوف اور امید کا بھی خیال رکھے۔ خود پسندی، ریا کاری یا تکبر یا کما حقہ عمل بجا نہ لانے کی بنا پر اس عمل کے رد ہونے کا خوف بھی رکھے، جبکہ اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی رحمت اور اس کی منت و احسان کو دیکھ کر اس کی قبولیت کی بھی امید رکھے، جس کے جملہ احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے اس کو یہ عمل کرنے کی توفیق دی۔

١٦) عَزَفُوْا الْقُلُوْبَ عَنِ الشَّوَاغِلِ كُلِّهَا
قَدْ فَرَّغُوْهَا مِنْ سِوَى الرَّحْمٰنِ

ترجمہ: ”انھوں نے دلوں کو تمام مشغولیتوں سے دور کیا اور بتحقیق اللہ رحمن کے سوا (باقی ہر کسی سے) ان (دلوں) کو خالی کیا۔“

١٧) حَرَكَاتُهُمْ وَهُمُوْمُهُمْ وَعُزُوْمُهُمْ
لِلّٰهِ لَا لِلْخَلْقِ وَالشَّيْطَانِ

ترجمہ: ”ان کی تمام تر حرکتیں، ہموم اور پختہ ارادے (صرف) اللہ کے لیے ہیں نہ کہ مخلوق یا شیطان کے لیے۔“

یعنی انھوں نے اپنے دلوں کو اللہ تعالیٰ سے مشغول کرنے والے اور اس کی رضا مندی سے دور کرنے والے تمام مشاغل سے فارغ و خالی کیا، اور یہی حقیقی زہد ہے۔ ❶

یہ (دل کو خالی کرنے کا عمل) تب تک کوئی فائدہ نہیں دے گا جب تک دل

❶ ابن القیم رحمہ اللہ نے (مدارج السالکین: ۲/ ۱۲) میں اپنے شیخ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے ان کا قول نقل کیا ہے کہ ”زہد اس چیز کو چھوڑنے کا نام ہے جو آخرت میں فائدہ نہ دے اور ’ورع‘ اس چیز کو ترک کرنے کا نام ہے جس سے آخرت میں نقصان کا خوف ہو۔“ (باقی اگلے صفحہ پر)

فائدہ مند افکار اور سچے ارادوں سے نہ بھر جائے، لہٰذا بندے کے افکار اللہ رحمن کے قریب لے جانے والی چیزوں کے بارے میں ہوں، جیسے علم کا تصور، قرآن کریم پر تدبر، حضورِ دل سے اللہ کا ذکر، عبادت اور احسان پر غور و فکر اور پھسلنے اور نافرمانی کا خوف ہو۔ اور (دل) اللہ کے صفات پر غور و فکر کرنے، تمام عیبوں اور نقائص سے اس کو پاک جاننے (سے بھر جائے)۔

(اس کے علاوہ) قبر اور اس کے احوال و مناظر، قیامت اور اس کی ہولناکی، جنت اور اس کی نعمتوں اور جہنم اور اس کی آگ پر غور و فکر کرے۔

ان کے ذہن انہی امور کے ارد گرد گھیراؤ کرتے ہیں، پست اور ردی معاملات سے پاک ہوتے ہیں اور ان امور میں غور و فکر کرنے سے بھی منزہ و پاک ہوتے ہیں جن سے صرف پریشانیاں، وبال، وقت کا ضیاع اور انتشار حاصل ہوتا ہے، جو کہ بندے کی دنیا و آخرت میں نتیجہ کے اعتبار سے قطعاً نفع بخش نہیں ہیں۔

١٨) نِعْمَ الرَّفِيْقُ لِطَالِبِ السُّبُلِ الَّتِيْ
تُفْضِيْ إِلَى الْخَيْرَاتِ وَالْإِحْسَانِ

ترجمہ: ”(یہ تمام صفات جو شروع سے ذکر ہوئے) جس میں ہوں وہ اس شخص کا بہترین ساتھی ہے جو خیر اور بھلائی کی راہوں کا طلب گار ہو۔“

یہی وہ لوگ ہیں جن کی رفاقت حاصل کرنے والے، ان کے طریقے کی اقتداء کرنے سے سعادت مند بنتے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ابن القیم کہتے ہیں: ”یہ عبارت زہد اور ورع کے بارے میں کہے جانے والی عبارتوں میں سب سے بہتر اور جامع ہے۔“

اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہم اس سے ان لوگوں کے راستے پر چلنے کی دعا مانگے چونکہ ان پر اللہ تعالیٰ نے سچے اور مکمل ایمان کی نعمت برسائی ہے۔

پس ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں سیدھی راہ پر چلائے، ان لوگوں کی راہ جن پر اس نے انعام کیا، ''نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین میں سے اور وہ بہترین ساتھی ہیں''۔ (النساء: ۶۹)۔ (اور یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ) وہ ہمیں رسوائی اور وبال تک پہنچانے والے غضب اور گمراہی کے راستوں سے بچائے۔ یقیناً وہ تمام خیر عطا کرنے والوں میں سب سے زیادہ بہتر خیر عطا کرنے والا اور سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ سے اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات ونعمتوں کے ذریعہ وسیلہ پکڑ کر دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں اپنے احسان اور مغفرت سے، ہماری ادائیگی حقوق میں کوتاہی اور نافرمانی کی وجہ سے محروم نہ کرے، اس (کوشش) کو صرف اپنی رضامندی کے لیے قبول فرمائے اور اپنی نعمتوں والے جنت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

شروع وآخر میں ظاہری اور پوشیدہ تمام تر بابرکت تعریفیں بکثرت اللہ ہی کے لیے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔ جیسا کہ اس کے کریم چہرے اور اس کی قوت وجلالت کے لائق ہے۔ اور درود وسلام ہو نبی امی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جنھیں عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا اور ان کی آل اور تمام صحابہ کرام پر بھی۔

O—O—O